فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۳۰)

غلام مصطفی ظہیر امن پوری

سوال: کیا حجر اسود کا بوسہ لینا صنم پرستی ہے؟

جواب: حجر اسود جنتی پتھر ہے، کوئی مسلمان اسے پوجنے کے لیے یا اس کی تعظیم وعبادت کے لیے بوسہ نہیں دیتا، بلکہ اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے مشروع کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اسے استلام کیا ہے، جیسا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔

❀ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

''آپ رضی اللہ عنہ حجر اسود کے پاس آئے اور اسے بوسہ دیا، پھر فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ تو ایک پتھر ہے، نفع دے سکتا ہے، نہ نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا، تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔''

(صحيح البخاري : 1597، صحيح مسلم : 1270)

سوال: روایت: ''مشت زنی کرنے والا ملعون ہے۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: یہ حدیث بے اصل ہے۔

❀ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

حَدِيثُ : نَاكِحُ الْيَدِ مَلْعُونٌ، لَا أَصْلَ لَهُ .

''حدیث: ''مشت زنی کرنے والا ملعون ہے۔'' بے اصل ہے۔''

(الأسرار المرفوعة، ص 376)

سوال: جلق (مشت زنی) کا کیا حکم ہے؟

جواب: جلق (مشت زنی) ناجائز، حرام اور لغو ہے۔ انتہائی قبیح اور رسوا کن گناہ ہے۔ دین و دنیا کے لیے نقصان دہ ہے۔ اس سے قوائے جسمانی کمزور ہو جاتے ہیں، قبل از وقت بڑھاپا چھا جاتا ہے۔ چہرے کی رعنائی ختم ہو جاتی ہے۔ نامردی اور بانجھ پن کا سبب ہے۔ نسیان کا مرض لاحق ہو سکتا ہے۔ اعصابی، دماغی اور جسمانی صلاحیتیں ختم ہو جاتی ہیں۔

❁ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

''اکثر اہل علم مشت زنی کو حرام سمجھتے ہیں، بعض اہل علم نے تو کہا ہے کہ یہ اپنے ہی ساتھ زنا کرنے کے مترادف ہے۔ یہ معصیت ہے، اسے شیطان نے ایجاد کیا اور لوگوں میں جاری کر دیا، یہاں تک کہ یہ ایک بحث و مباحثہ بن چکا ہے، کاش کہ اس پر گفتگو ہی نہ کی جاتی۔ اگر اس کے جواز پر دلیل بھی قائم ہو جائے، تب بھی معزز لوگ اس کے گھٹیا پن کی وجہ سے اس سے اعراض کریں گے۔''

(تفسير القرطبي : 106/12)

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاءَ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ﴾ (المؤمنون : ۷)

''جو اس کے سوا کچھ اور تلاش کرے، تو یہی لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔''

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ نے متعہ کے متعلق پوچھا، تو فرمایا:

بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللّٰهِ، قَالَ : وَقَرَأَتْ هٰذِهِ الْآيَةَ : ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى غَيْرَ مَا زَوَّجَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى أَوْ مَا مَلَّكَهٗ فَقَدْ عَدَا .

''میرے اور آپ کے مابین کتاب اللہ فیصل ہے۔ آپ نے آیت تلاوت فرمائی:﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ ۝﴾ (المومنون: ٥)

''اہل ایمان اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں......'' لہٰذا جس نے اپنی زوجہ یا لونڈی کے علاوہ کسی سے شہوت پوری کی، اس نے حد سے تجاوز کیا۔''

(النّاسخ والمَنسوخ للقاسم بن سلّام: 131، مسند الحارث [بغية الباحث]: 479، السّنن الكبرٰى للبيهقي: 206/7، 207، وسندهٗ صحيحٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ (305/2، 393) نے اسے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❁ اس آیت کے تحت امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَحِلُّ الْعَمَلُ بِالذَّكَرِ إِلَّا فِي الزَّوْجَةِ أَوْ فِي مِلْكِ الْيَمِينِ وَلَا يَحِلُّ الْاِسْتِمْنَاءُ.

''عضو خاص کو صرف بیوی یا لونڈی (کے ساتھ جماع) میں استعمال کیا جا سکتا ہے، مشت زنی جائز نہیں۔''

(الأمّ: 102/5)

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱٦ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْاِسْتِمْنَاءَ بِالْيَدِ حَرَامٌ، وَهُوَ قَوْلُ أَكْثَرِ الْعُلَمَاءِ.

''اس آیت میں دلیل ہے کہ مشت زنی حرام ہے، اکثر اہل علم یہی کہتے ہیں۔''

(تفسير البغوي: 410/5)

❁ علامہ شامی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''جو بات ہم نے کی ہے، اس کی دلیل علامہ عثمان بن علی زیلعی رحمہ اللہ (۷۴۳ھ) نے ذکر کیا ہے کہ ''مشت زنی کی حرمت اس فرمان باری تعالیٰ سے ثابت ہوتی ہے: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ......﴾ ''یہ لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں......'' نیز علامہ زیلعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہاں اللہ تعالیٰ نے صرف بیوی اور لونڈی سے استمتاع کو مباح کیا ہے۔'' (تبیین الحقائق: ۱/۳۲۳) علامہ زیلعی رحمہ اللہ نے نکتہ پیش کیا ہے کہ بیوی اور لونڈی کے علاوہ کسی سے شہوت پوری کرنا حلال نہیں ہے۔ ہذا ما ظہر لی واللہ سبحانہ اعلم!''

(فتاویٰ شامی: 399/2)

❁ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَيَأْتِي أَحَدُنَا شَهْوَتَهٗ وَيَكُونُ لَهٗ فِيهَا أَجْرٌ؟ قَالَ : أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيْهِ فِيهَا وِزْرٌ؟ فَكَذٰلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهٗ أَجْرٌ .

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم میں سے کوئی (حلال طریقے سے) اپنی شہوت پوری کرتا ہے، کیا اس کے لیے اس میں بھی اجر ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھلا بتائیں کہ اگر وہ حرام ذریعہ سے اپنی شہوت پوری کرتا ہے، تو کیا اس پر گناہ ہے؟ (یقیناً ہے) تو اسی طرح اگر وہ حلال ذریعہ سے اپنی شہوت پوری کرتا ہے، تو اس کے لیے اس میں اجر ہے۔''

(صحیح مسلم: 1006)

مشت زنی کے گناہ ہونے پر یہ حدیث دلیل ہے، کیونکہ اس میں ناجائز طریقے سے شہوت پوری کی جاتی ہے۔

❁ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَدَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ التَّبَتُّلَ، وَلَوْ أَذِنَ لَهٗ لَاخْتَصَيْنَا.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو تبتل (عورتوں سے الگ رہنا) کی اجازت نہیں دی، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اجازت دے دیتے، تو ہم اپنے آپ کو خصی کر لیتے۔''

(صحيح البخاري: 5073، صحيح مسلم: 1402)

یہ حدیث دلیل ہے کہ مشت زنی حرام ہے، یہ تبتل سے بڑھ کر ہے، جو انسان کو خصی کر دیتی ہے۔

❁ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَرِهَ الْاسْتِمْنَاءَ.

''آپ رحمہ اللہ مشت زنی کو ناپسند کرتے تھے۔''

(مصنّف عبد الرزاق: 13586، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْاسْتِمْنَاء فَالْأَصْلُ فِيهِ التَّحْرِيمُ عِنْدَ جُمْهُورِ الْعُلَمَاءِ وَعَلٰى فَاعِلِهِ التَّعْزِيرُ؛ وَلَيْسَ مِثْلَ الزِّنَا.

''جمہور اہل علم کے نزدیک مشت زنی حرام ہے اور ایسا کرنے والے پر تعزیر

(سزا) ہے،البتہ یہ زنا کی طرح نہیں ہے۔''

(مَجموع الفتاویٰ : 229/34)

۞ علمائے احناف کا فتویٰ ہے:

اَلْاسْتِمْنَاءُ حَرَامٌ، وَفِيهِ التَّعْزِيرُ .

''مشت زنی حرام ہے،اس پر تعزیر ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری : 170/2، الجوهرة النّيِّرة للزَّبِيدي : 155/2)

۞ علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) فرماتے ہیں:

مَنِ اسْتَمْنٰى بِيَدِهٖ لِغَيْرِ حَاجَةٍ عُزِّرَ، وَإِنْ فَعَلَهٗ خَوْفًا مِّنَ الزِّنَا فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ .

''جو بغیر ضرورت کے مشت زنی کرے،اس کو تعزیرا سزا دی جائے گی اور جو زنا کے خوف سے ایسا کرے،تو اس پر تعزیر نہیں ہے۔''

(المقنع في فقه الإمام أحمد، ص 440)

۞ علامہ طاہر بن احمد بن عبدالرشید بخاری حنفی (۵۴۲ھ) لکھتے ہیں:

إِنْ قَصَدَ تَسْكِينَ شَهْوَةٍ، أَرْجُو أَنْ لَّا يَكُونَ عَلَيْهِ وَبَالٌ .

''جو تسکین شہوت کا ارادہ کرے،تو میرے مطابق اس پر کوئی گناہ نہیں۔''

(خلاصة الفتاویٰ : 260/1، البحر الرّائق لابن نُجَيم : 293/2، البِناية للعَيني : 39/4، عُمدة القاري للعيني : 69/20)

۞ محدث محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ (۱۳۵۳ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْاِسْتِمْنَاءِ ضَرَرٌ عَظِيمٌ عَلَى الْمُسْتَمْنِي بِأَيِّ وَجْهٍ كَانَ

فَالْحَقُّ أَنَّ الْاِسْتِمْنَاءَ فِعْلٌ حِرَامٌ لَا يَجُوزُ ارْتِكَابُهٗ لِغَرَضِ تَسْكِينِ الشَّهْوَةِ وَلَا لِغَرَضٍ آخَرَ وَمَنْ أَبَاحَهٗ لِأَجْلِ التَّسْكِينِ فَقَدْ غَفَلَ غَفْلَةً شَدِيدَةً وَلَمْ يَتَأَمَّلْ فِيمَا فِيهِ مِنَ الضَّرَرِ .

''کسی بھی صورت میں مشت زنی کرنے والے کیلئے اس فعل میں بہت بڑا ضرر ہے۔ حق بات یہی ہے کہ مشت زنی حرام فعل ہے، تسکین شہوت یا کسی بھی مقصد کے لیے اس کا ارتکاب جائز نہیں۔ جس نے تسکین شہوت کے لیے اس کی اجازت دی، وہ بہت بڑی غفلت کا شکار ہو گیا، اس نے یہ نہیں دیکھا کہ اس میں کتنا نقصان ہے۔''

(تحفة الأحوذي : 169/4)

❁ محدث البانی رحمہ اللہ (۱۴۲۰ھ) فرماتے ہیں:

لَا نَقُولُ بِجَوَازِهٖ لِمَنْ خَافَ الْوُقُوعَ فِي الزِّنَا .

''جسے زنا کا اندیشہ ہو، ہم اس کے لیے بھی مشت زنی کے جواز کا فتویٰ نہیں دیتے۔''

(تمام المنّة، ص 420)

❁ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ (النّور : ۳۳)

''جو لوگ اسباب نکاح کی قدرت نہیں رکھتے، انہیں پاک دامن رہنا چاہیے، تا آنکہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے مالدار کر دے۔''

❁ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ .

''جوشخص اپنی عزت نفس کا خیال رکھے گا، اللہ تعالیٰ اسے بچالے گا، جو بے نیاز رہے گا، اللہ تعالیٰ اسے غنی کر دے گا اور جو صبر کرنے کی کوشش کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے صبر کی توفیق عطا فرما دے گا۔''

(صحيح البخاري : 1469، صحيح مسلم : 1053)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهٗ لَهٗ وِجَاءٌ .

''جوانو! آپ میں سے جو کوئی اسباب نکاح کی طاقت رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ شادی کر لے اور جو اسباب نکاح کی طاقت نہیں رکھتا، وہ روزے رکھے، اس سے اس کی شہوت ٹوٹ جائے گی۔''

(صحيح البخاري : 5065، صحيح مسلم : 1400)

شہوت کی تسکین کے لیے مشت زنی کی اجازت قطعاً درست نہیں۔ مندرجہ بالا دلائل سے اس نظریہ کا رد ہوتا ہے۔ استعفاف اور صبر سے کام لے، شہوت کو توڑنے کے لیے روزے رکھے۔

سوال: ہوا خارج ہونے پر استنجاء کرنا کیسا ہے؟

جواب: ہوا خارج ہونے پر استنجاء کرنے کا ثبوت کتاب وسنت اور اسلاف امت سے ثابت نہیں، اہل علم نے اسے بدعت کہا ہے۔

❁ فقہ حنفی میں ہے:

بِدْعَةٌ وَّهُوَ الْاِسْتِنْجَاءُ مِنَ الرِّيحِ .

''ہوا خارج ہونے پر استنجا کرنا بدعت ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری: 50/1)

(سوال): کیا مذی نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

(جواب): مذی نکلنے پر وضو لازم ہے۔

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَاسْتَحْيَيْتُ أَنْ أَسْأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِأَنَّ ابْنَتَهُ كَانَتْ تَحْتِي فَأَمَرْتُ رَجُلًا فَسَأَلَهُ، فَقَالَ : مِنْهُ الْوُضُوءُ .

''مجھے کثرت سے مذی آتی تھی، مگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے میں شرم محسوس کرتا تھا، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی (سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا) میرے نکاح میں تھیں، چنانچہ میں نے ایک آدمی (مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ) سے کہا۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، تو آپ نے فرمایا: اس سے وضو ضروری ہے۔''

(صحيح البخاري : 269)

❁ سیدنا عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس پانی کے بعد منی نکلتی ہے، اسے مذی کہتے ہیں اور ہر جوان کو مذی آتی ہے، چنانچہ ایسی کیفیت میں آپ شرمگاہ اور خصیتین کو دھو لیا کریں اور نماز والا وضو کر لیا کریں۔''

(مسند الإمام أحمد : 342/4، سنن أبي داوٗد : 211، سنن التّرمذي : 133، سنن ابن ماجه : 651، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب'' کہا ہے اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۷) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

سوال: قضائے حاجت کی دعا کیا ہے؟

جواب: بیت الخلاء میں داخل ہونے اور نکلنے کے لیے مسنون دعا ہے۔

❁ بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ .

''یا اللہ! میں خبیث جنوں اور جنیوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔''

(صحيح البخاري : 142، صحيح مسلم : 375)

❁ بیت الخلا سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھیں:

غُفْرَانَكَ . ''میں تجھ سے مغفرت کا طلبگار ہوں۔''

(سنن أبي داوٗد : 30، وسندہٗ صحيحٌ)

سوال: کیا نومولود بچے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟

جواب: نومولود بچے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

سوال: نماز فجر کا افضل وقت کیا ہے؟

جواب: نماز فجر صبح صادق طلوع ہونے کے بعد اول وقت میں ادا کرنا افضل ہے۔

نماز فجر کا وقت طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک ہوتا ہے۔

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ (۷۴۳ھ) فرماتے ہیں:

قَدِ اجْتَمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلٰی أَنَّ أَوَّلَهٗ الصُّبْحُ الصَّادِقُ وَآخِرَهٗ تَطْلُعُ الشَّمْسُ .

''امت کا اجماع ہے کہ نماز فجر کا اول وقت صبح صادق ہے اور آخری وقت طلوع آفتاب ہے۔''

(تبیین الحقائق :79/1)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر غلس (رات کے آخری حصے کے اندھیرے) میں ادا کرتے تھے، دلائل ملاحظہ ہوں؛

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَقْتُ صَلَاةِ الصُّبْحِ مِنْ طُلُوعِ الْفَجْرِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ .

''صبح کی نماز کا وقت طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک ہے۔''

(صحیح مسلم : 612)

اس حدیث مبارکہ میں نماز فجر کے ابتدائی اور انتہائی وقت کو بیان کیا گیا ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كُنَّ نِسَاءُ الْمُؤْمِنَاتِ يَشْهَدْنَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْفَجْرِ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ، ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ إِلٰى بُيُوتِهِنَّ حِينَ يَقْضِينَ الصَّلَاةَ، لَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْغَلَسِ .

''مؤمن عورتیں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز میں حاضر ہوتی تھیں، وہ چادروں میں لپٹی ہوتی تھیں، پھر وہ نماز ادا کر کے اپنے گھروں کو لوٹتیں تو اندھیرے کی وجہ سے انہیں کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔''

(صحیح البخاري : 578، صحیح مسلم : 645)

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ نماز ظہر دوپہر کے وقت ادا فرماتے، عصر سورج کے سرخ ہونے کے وقت (نہ کہ زرد ہونے کے وقت)، مغرب غروب آفتاب کے وقت ادا فرماتے اور نماز عشاء جب لوگ زیادہ ہوتے، تو جلد ادا فرماتے اور جب لوگ کم ہوتے، تو لیٹ کر دیتے اور نماز فجر اندھیرے میں ادا فرماتے تھے۔''

(صحیح البخاري : 565، صحیح مسلم : 646)

❁ سیدنا ابو بردہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الصُّبْحَ وَأَحَدُنَا يَعْرِفُ جَلِيسَهٗ، وَيَقْرَأُ فِيهَا مَا بَيْنَ السِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ.

''نبی کریم ﷺ نماز فجر ادا فرماتے، تو ہم میں سے ہر کوئی (صرف) اپنے ساتھ بیٹھے شخص کو پہچان لیتا تھا۔ آپ ﷺ ساٹھ سے سو تک آیات کی تلاوت فرماتے تھے۔''

(صحیح البخاري :541، صحیح مسلم : 647)

❁ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَقَامَ الْفَجْرَ حِينَ انْشَقَّ الْفَجْرُ، وَالنَّاسُ لَا يَكَادُ يَعْرِفُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا.

''نبی کریم ﷺ فجر کی نماز اس وقت کھڑی کرتے، جب فجر (صادق) پھوٹتی اور لوگ ایک دوسرے کو پہچان نہیں پاتے تھے۔''

(صحيح مسلم : 614)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا خَيْبَرَ، قَالَ : فَصَلَّيْنَا عِنْدَهَا صَلَاةَ الْغَدَاةِ بِغَلَسٍ .

''ہم نے غزوہ خیبر میں خیبر کے قریب صبح کی نماز اندھیرے میں ادا کی۔''

(صحيح مسلم : 1365)

❁ سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ثُمَّ كَانَتْ صَلَاتُهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ التَّغْلِيسَ حَتّٰى مَاتَ، وَلَمْ يَعُدْ إِلٰى أَنْ يُّسْفِرَ .

''اس کے بعد وفات تک رسول اللہ ﷺ کی نماز (فجر) اندھیرے میں ہی رہی اور آپ ﷺ نے دوبارہ فجر روشنی میں ادا نہیں کی۔''

(سنن أبي داود : 394، سنن الدّارقطني : 975، السّنن الكبرىٰ للبيهقي :363/1، التّمهيد لابن عبد البرّ : 18/8، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (۳۹۲)، امام ابن حبان (۱۴۹۴) اور امام حاکم رحمہم اللہ (۱/۱۹۲) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(مَعالم السّنن :295/1)

❁ حافظ ابن سید الناس رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(شرح التّرمذي : 360/3)

(سوال): اسقاطِ حمل سے کیا مراد ہے؟

(جواب): اسقاطِ حمل (Miscarriage) سے مراد ہے؛ حمل گرادینا۔ شرعی لحاظ سے ایسا کرنا جائز اور حلال نہیں، اس میں کئی مفاسد اور مضرات ہیں۔ اسقاط جس مقصد کے لیے بھی ہو، ناجائز ہے۔ جس بچے کی رحم مادر میں تخلیق ہو چکی ہے، اس کو دنیا میں آنے کا مکمل حق حاصل ہے، اس کا اسقاط کرانا اسے قتل کرنے کے مترادف ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ﴾(بني إسرائيل:٣١)

''اپنی اولادوں کو قتل مت کرو۔''

(سوال): کیا اسلام اور ایمان میں فرق ہے؟

(جواب): کتاب وسنت کی نصوص میں ایمان واسلام کا لفظ کبھی تو اکٹھا آتا ہے اور کبھی ان کو الگ الگ ذکر کیا گیا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا دونوں کا ایک ہی معنی ہے، یا یہ دونوں مختلف چیزیں ہیں؟

اس میں اہل علم کا اختلاف ہے، یاد رہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف صحابہ وتابعین کے بعد شروع ہوا، ان سے منقول آثار بتاتے ہیں کہ ان کا متفقہ فیصلہ یہی تھا کہ یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں یعنی اسلام اور ہے اور ایمان اور۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں، جو کہ دونوں کو ایک سمجھتے تھے:

''وہ (محمد بن نصر رحمہ اللہ) اپنے اختیار کردہ مذہب پر صحابہ وتابعین یا اسلام کے مشہور ائمہ کرام میں سے کسی ایک کا بھی قول نقل نہیں کر پائے کہ اس نے اسلام

اور ایمان کی حقیقت کو ایک قرار دیا ہو، بلکہ میرے علم میں اسلاف میں سے کسی ایک نے بھی یہ بات نہیں کہی۔''

(الإيمان، ص ٣٤٩)

ایمان و اسلام میں فرق تو صحابہ وتابعین کا اجماعی قول ہے، اکثر اہل سنت والجماعت اسی پر قائم ہیں۔

جبکہ ان کو ایک کہنے والوں میں امام بخاری، امام محمد بن نصر مروزی، امام ابن مندہ اور حافظ ابن عبدالبر وغیرہم رحمہم اللہ شامل ہیں۔

دلائل:

ایمان و اسلام کو دو الگ الگ حقائق کہنے والوں کے پاس کتاب وسنت کے بہت سے دلائل ہیں، چند ایک ملاحظہ فرمائیں:

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلٰكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ﴾(الحُجُرات : ١٤)

''اعرابیوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں، (اے نبی!) آپ کہہ دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے، بلکہ کہو کہ ہم اسلام لے آئے اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔''

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اُسْتُفِيدَ مِنْ هٰذِهِ الْآيَةِ أَنَّ الْإِيمَانَ أَخَصُّ مِنَ الْإِسْلَامِ، كَمَا هُوَ

مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ .

''اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ایمان، اسلام سے زیادہ خاص چیز ہے، یہی اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔''

(تفسير ابن كثير : ٣٢٧/٧)

❀ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے لوگوں میں (مال غنیمت) تقسیم کیا، ایک آدمی کو نہ دیا، وہ مجھے اچھا لگتا تھا، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ نے فلاں کو نہیں دیا، جبکہ میں اسے مومن خیال کرتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: مومن یا مسلمان۔ میں کچھ دیر خاموش رہا، پھر پہلی بات دہرائی: آپ نے فلاں کو نہیں دیا، جبکہ میں اسے مومن خیال کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مومن یا مسلمان۔ میں پھر پہلی بات دہرائی۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلا سا ہی جواب دیا، پھر فرمایا: سعد! میں ایک شخص کو مال غنیمت دیتا ہوں، جبکہ دوسرا شخص مجھے اس سے بھی زیادہ محبوب ہوتا ہے، مبادا کہ اللہ تعالیٰ اسے چہرے کے بل جہنم میں نہ گرادے۔''

(صحيح البخاري : ٢٧، صحيح مسلم : ١٥٠)

اس مذہب کی ایک مشہور دلیل حدیث جبریل بھی ہے کہ جب جبریل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ سے اسلام، ایمان اور احسان کے بارے میں الگ الگ سوال کیے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں

قَدْ فَرَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَدِيثِ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَيْنَ مُسَمَّى الْإِسْلَامِ، وَمُسَمَّى الْإِيمَانِ، وَمُسَمَّى الْإِحْسَانِ .

''نبی کریم ﷺ نے حدیث جبریل میں اسلام، ایمان اور احسان کو الگ الگ قرار دیا ہے۔'' (الإیمان، ص ۱)

ان دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ ایمان و اسلام دو الگ الگ چیزیں ہیں اور دونوں کا اپنا اپنا معنی ہے، چنانچہ اسلام ظاہری اعمال کا نام ہے، جبکہ ایمان باطنی اعمال کا نام ہے۔

بعض اہل علم نے اس فرق کی بڑی اچھی وضاحت کی ہے، وہ یہ کہ دونوں میں بسا اوقات فرق ہوتا ہے اور بسا اوقات فرق نہیں ہوتا، چنانچہ جب یہ دونوں الفاظ الگ الگ استعمال ہوں، تو دونوں کا ایک ہی معنی ہوتا ہے اور جب اکٹھے ہوں، تو الگ الگ معنی دیتے ہیں، جب دونوں اکٹھے ہوں، تو اسلام کی تفسیر ظاہری اعمال اور ایمان کی باطنی اعمال سے ہو گی، جیسا کہ حدیث جبریل میں ہے۔

اس کے برعکس جب وہ علیحدہ علیحدہ آئیں، تو ہر ایک دوسرے کو بھی شامل ہوتا ہے، جیسا کہ وفد عبدالقیس والی حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ایمان کی تفسیر ظاہری اعمال سے کر دی، نیز فرمان باری تعالیٰ ﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ﴾ (آل عمران : ۱۹) ''یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہی ہے۔'' بھی اس پر شاہد ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جب ایمان و اسلام ایک جگہ جمع ہوں، تو الگ الگ معنی دیتے ہیں اور جب الگ الگ استعمال ہوں، تو ان کا معنی ایک ہوتا ہے، حافظ خطابی، حافظ بغوی، حافظ ابن الصلاح، علامہ ابن تیمیہ، حافظ ابن رجب وغیرہم رحمہم اللہ اسی تفصیل کے قائل ہیں۔

❀ حافظ خطابی رحمہ اللہ سعد رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''اس حدیث کا ظاہر ایمان اور اسلام میں فرق کو ضروری قرار دیتا ہے، اس مسئلہ میں اہل علم نے لمبی بحث کی ہے اور بڑی بڑی کتابیں لکھ دی ہیں، یہاں

اختصار کے پیش نظر جو بات بیان کرنا ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ ایمان اور اسلام بسا اوقات ایک ہی ہوتے ہیں، چنانچہ مسلم کو مومن کہہ دیا جاتا ہے اور مومن کو مسلم۔ اکثر یہ مختلف ہوتے ہیں، چنانچہ ہر مسلم کو مومن نہیں کہا جا سکتا، جبکہ ہر مومن کو مسلم کہنا درست ہوتا ہے، ان دونوں کو ایک معنی میں اس وقت استعمال کیا جاتا ہے، جہاں ظاہر و باطن برابر ہوں، اگر ایسا نہ ہو، تو یہ مختلف ہو جاتے ہیں، اس موقع پر مسلم کا معنی ہوگا: وہ ظاہری طور پر مطیع ہو گیا ہے، اس حدیث میں أَوَ مُسْلِمًا اسی معنی میں ہے۔ فرمان باری تعالیٰ: ﴿قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلٰكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ﴾ ''اعرابیوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں، (اے نبی!) آپ کہہ دیجئے، تم ایمان نہیں لائے، بلکہ کہو کہ ہم مسلمان ہو گئے۔'' (الحجرات :۱۴) بھی یہی بتاتا ہے کہ اسلام سے مراد ظاہری اطاعت ہے، عربی شاعر امیہ بن ابی صلت کے اس شعر سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے:

أَسْلَمْتُ وَجْهِي لِمَنْ أَسْلَمَتْ

لَهُ الرِّيحُ تَحْمِلُ مُزْنًا ثِقَالًا

''میرا چہرہ اس ذات کے لیے مطیع ہو گیا، جس کے لیے بھاری بادل اٹھائے ہوئے ہوا مطیع ہے۔'' (أعلام الحديث : ۱/۱۶۰۔۱۶۱)

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''تحقیق بات یہی ہے، جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کر دیا ہے، جب اسلام اور ایمان کے بارے پوچھا گیا، تو آپ نے اسلام کی تفسیر ظاہری اعمال اور ایمان

کی ارکان خمسہ سے کی، ہم بھی جب ایمان و اسلام کا اکٹھا تذکرہ کریں، تو وہی جواب دینا ہمارے لیے ضروری ہے، جو نبی اکرم ﷺ نے دیا، البتہ جب اسلام کا نام اکیلا لیا جائے، تو اس میں بلاشبہ ایمان بھی داخل ہو جاتا ہے، یہی بات حق ہے، نیز مسلمان کو کیا مومن بھی کہا جا سکتا ہے؟ اس بارے بحث ہو چکی ہے؟

(الإيمان، ص ٢٤٦)

۞ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''ہماری مذکورہ تفصیل سے اختلاف ختم ہو جاتا ہے، یعنی جب اسلام اور ایمان میں سے ہر ایک کا الگ الگ ذکر کیا جائے، تو اس وقت ان میں کوئی فرق نہیں ہوگا، اگر دونوں کو اکٹھا ذکر کیا جائے، تو دونوں میں فرق ہوگا، وہ یہ کہ ایمان دل کی تصدیق، اقرار اور معرفت کا نام ہے، جبکہ اسلام بندے کی اللہ کے سامنے ظاہری اطاعت، خشوع وخضوع اور انکساری کو کہا جاتا ہے...... لہٰذا ایمان سے مراد تصدیق قلبی اور اسلام سے مراد ظاہری عمل ہے۔''

(جامع العُلوم والحِكَم، ص ٢٥)

۞ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْإِسْلَامُ، وَمَا الْإِسْلَامُ؟ قَالَ : أَنْ يُسْلِمَ قَلْبُكَ لِلّٰهِ، وَأَنْ يَّسْلَمَ مِنْكَ كُلُّ مُسْلِمٍ، وَكُلُّ ذِي عَهْدٍ .

''اسلام کیا ہے؟ یہ کہ آپ کا دل اللہ کے لیے خالص ہو جائے، نیز آپ سے ہر مسلمان اور ذمی محفوظ ہو جائے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : ٢٣/١٤، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ زہری رحمہ اللہ فرمان باری تعالیٰ : ﴿قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلٰكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا﴾(الحُجُرات : ١٤) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

نَرٰى أَنَّ الْإِسْلَامَ الْكَلِمَةُ، وَالْإِيمَانَ الْعَمَلُ .

''ہمارے مطابق اسلام کلمہ اور ایمان عمل ہے۔''

(تفسير عبد الرّزاق : ٢٣٣/٣ـ٢٣٤، وسندهٗ صحيحٌ)

امام زہری رحمہ اللہ کی مراد یہ ہے کہ توحید و رسالت کی گواہی دینے والے کو مسلمان کہا جاتا ہے، منافق وغیرہ اس میں شامل ہوتے ہیں، لیکن ایمان صرف اسی کے مقدر میں ہوتا ہے، جو عمل کرے اور اصل عمل تو دل کا ہے، اس طرح امام صاحب کا یہ فرمان اسلام کو ظاہری اور ایمان کو باطن سے خاص کرتا ہے، لہٰذا اسلام کو کلمہ کہنا، لغوی طور پر ہے، نہ کہ شرعی اعتبار سے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث جبریل میں اور حدیث ابن عمر میں اس کی جو وضاحت کی ہے، وہ زہری رحمہ اللہ جیسے امام سے مخفی نہیں تھی۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جب توحید و رسالت کی گواہی دینے والا ہر شخص یہود و نصاری سے جدا ہو کر مسلمان بن جاتا ہے اور اس پر اسلامی احکام جاری ہو جاتے ہیں، تو بلا استثنیٰ اسی کو بالجزم اختیار کیا جائے گا، یہی وجہ ہے کہ امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں، اسلام کلمہ ہے، امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ نے ان کی موافقت بھی کی ہے، ان کی مراد یہ نہ تھی کہ ضروری اسلام صرف کلمہ ہی ہے، کیونکہ زہری رحمہ اللہ جیسے شخص سے یہ مخفی رہنا ناممکن ہے۔''(مَجموع الفتاوٰى : ٤١٥/٧)